سوال

مسجد کا متولی اگر خیانت کا مرتکب ہو تو اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ ایسی مسجد کا کیا حکم ہے جس پر سود کا پیسہ استعمال کیا گیا ہو، یا اس کی انتظامیہ نے سود کھایا ہو، کیا ایسی مسجد میں نماز درست ہے؟ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ اس شخص کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے جس کو کئی بار کہا جا چکا ہے کہ وہ مسجد کا حساب وکتاب بتائے لیکن وہ چھپاتا ہے تاکہ انتظامیہ اور اس کا ساتھ دینے والوں کی خیانت واضح نہ ہو؟

جواب

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

سودی کاروبار قطعی طور پر جائز نہیں ہے بلکہ کبیرہ گناہ ہے۔ بہت سی قرآنی آیات اور احادیث میں سود لینے سے منع کیا گیا ہے بلکہ سود لینے کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ (البقرة: 278-279)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم مؤمن ہو۔ پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کے اعلان سے آگاہ ہو جاؤ، اور اگر توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ (صحیح مسلم، المساقاۃ: 1598)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود لکھنے والے، اور سود کے گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا: یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔

اس لیے سود لینے والے پر واجب ہے کہ وہ اپنے گناہ سے توبہ کرے، جو کچھ ہو چکا اس پر ندامت کا اظہار کرے، اور پختہ عزم کرے کہ آئندہ ایسے عظیم گناہ اور جرم کا ارتکاب نہیں کرے گا، جس سے قرآن واحادیث میں منع کیا گیا ہے۔

سود کی رقم کو انسان کے لیے خود استعمال کرنا یا کھانا جائز نہیں ہے بلکہ اسے مسلمانوں کی عمومی مصلحتوں میں خرچ کرنا واجب ہے۔ مسجد بنانے میں بھی تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اس لیے حرام کے مال سے جان چھڑانے کے لیے اس کو مسجد بنانے میں خرچ کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ حرام طریقے سے کمائے ہوئے مال کو ضائع کر دینے یا سمندر میں پھینک دینے سے بہتر ہے کہ اسے ایسی جگہ خرچ کر دیا جائے جس میں عام مسلمانوں کا فائدہ ہو۔

اس لیے ایسے مال کو مسکینوں، فقیروں میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی مقروض شخص اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا اس کی معاونت بھی اس مال سے کی جا سکتی ہے، سڑکیں، ہسپتال وغیرہ بھی بنائے جا سکتے ہیں، یتیموں اور بیواؤں پر بھی ایسا مال خرچ کیا جا سکتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے امام غزالی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

اگر انسان کے پاس حرام مال ہو اور وہ اس سے توبہ اور خود کو بری کرنا چاہتا ہو، تو دیکھا جائے گا اگر وہ مال کسی آدمی کا ہے تو اسے اس آدمی یا اس کے کسی نائب تک پہنچانا واجب ہے، اگر وہ فوت ہو چکا ہو تو اس کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اگر اس حرام مال کے مالک کا پتہ نہ چل رہا ہو، اور مستقبل میں بھی مالک کا علم ہونے کی امید نہ ہو تو اس مال کو مسلمانوں کے عمومی فائدے اور مصلحت میں خرچ کرنا چاہیے، مثلاً پل، سرائے، مسافر خانے اور مساجد وغیرہ جس میں سب مسلمان شریک ہوتے ہیں، وگرنہ یہ مال فقراء ومساکین پر خرچ کر دیا جائے۔ (المجموع: جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 351)

لیکن یاد رہے! کہ جب آپ اس مال سے مسجد بنائیں گے یا فقیروں، مسکینوں وغیرہ میں تقسیم کریں گے تو صدقے کی نیت نہیں کریں گے کیوں کہ اللہ تعالی حرام مال قبول نہیں کرتا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا (صحيح مسلم ، الزكاة : 1015)

اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالی پاک ہے ، اور پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے ۔

لہذا آپ مال خرچ کرتے وقت یہ نیت کریں گے کہ آپ گناہ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے مال کو سود سے پاک کرنا چاہتے ہیں ۔

سوال کے دوسرے حصے میں پوچھا گیا ہے کہ مسجد کے متولی سے بار بار کہا جا چکا ہے کہ وہ مسجد کا حساب وکتاب بتائے لیکن وہ چھپاتا ہے ، اس بارے میں عرض ہے کہ ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں برا گمان رکھے ، اس کی نگرانی کرتا رہے ، ٹوہ میں لگا رہے کہ کہیں اس کی کوئی خامی نظر آئے تاکہ اسے بدنام کر سکے بلکہ ہر انسان کو اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیے ، انسان دوسرے کی جاسوسی کرنے کی بجائے خود کو اچھے اخلاق کا حامل بنائے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے عیب تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے ، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ منبر پر تشریف لائے ، بلند آواز سے پکارا اور فرمایا :

يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الْإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ (سنن ترمذي ، البر والصلة : 2032) (صحيح)

اے وہ جماعت جس نے اپنی زبان سے اسلام قبول کیا ہے لیکن ان کے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا ہے ! مسلمانوں کو تکلیف مت دو ، ان کو عار مت دلاؤ اور ان کے عیب نہ تلاش کرو ، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب ڈھونڈتا ہے ، اللہ تعالیٰ اس کے عیب ڈھونڈتا ہے ، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب ڈھونڈتا ہے ، اسے رسوا و ذلیل کر دیتا ہے ، اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو ۔

لیکن اگر آپ کے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہیں ، دلائل اور شواہد کی بنیاد پر آپ کسی مسلمان کے بارے میں برا گمان رکھتے ہیں تو یہ جائز ہے ، اور وہ شخص خیانت کا مرتکب ہو رہا ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے ، سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ (سنن ترمذي ، صفة القيامة والرقائق والورع : 2417) (صحيح)

قیامت کے دن کوئی بھی انسان اپنے پاؤں اس وقت تک ہلا نہیں سکے گا جب تک کہ وہ ان سوالوں کا جواب نہ دے دے انسان سے اس کی عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا ، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا ۔

جو آدمی مسجد کے مال میں خیانت کرتا ہے اس کا گناہ عام لوگوں کے مال میں خیانت کرنے سے بھی بڑا ہے ، اسے روز قیامت اس کا پورا پورا حساب دینا ہو گا ۔

اس آدمی کو فوراً اس عہدے سے ہٹا دیا جانا چاہیے ، اور کسی امانت دار شخص کو مسجد کے معاملات کی ذمے داری سونپی جانی چاہیے ۔

لیکن یاد رہے ! اگر اس کو اس ذمے داری سے ہٹانے میں کسی بڑے فتنے کا خدشہ ہو تو اسے اس ذمے داری پر برقرار رکھا جائے گا کیوں کہ یہ عقل مندی نہیں ہے کہ چھوٹا فساد ختم کر کے انسان بڑے فساد کو اپنے اوپر مسلط کر لے ۔

واللہ أعلم بالصواب

محدث فتویٰ کمیٹی

01. فضیلۃ الشیخ ابو محمد عبدالستار حماد حفظہ اللہ